رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۹ فروری ۱۹۱۸ء | شنبہ | مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ | نمبر ۶۴

مدینۃ المسیح

الحمد للہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کو آرام ہے اور حضور نے ۶ فروری سے درس قرآن کریم شروع فرما دیا ہے۔
۷ فروری کو حضور نے ایک معزز عیسائی کو تبلیغ کرتے ہوئے صداقت اسلام پر تقریر کی
حضرت نواب محمد علی خان صاحب مالیرکوٹلہ سے تشریف لے آئے ہیں۔
یہ خبر بڑی خوشی سے سنی جائیگی۔ کہ الحکم پھر جاری ہو گیا۔ اور پہلا پرچہ ۷ فروری کو شائع ہو چکا ہے۔ ہم جناب شیخ یعقوب علی صاحب کو مبارکباد کہتے ہوئے احباب کو الحکم کی خریداری کی طرف بڑے زور کے ساتھ توجہ دلاتے ہیں۔
جناب قاضی سید غلام حسین صاحب کا نکاح عائشہ بیگم کے ساتھ بشرط ۔۔۔

اخبار احمدیہ

سنگرور میں وعظ

سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سنگرور اطلاع دیتے ہیں کہ پچھلے دنوں ایک ہفتہ تک جناب پیر سراج الحق صاحب یہاں مقیم رہے۔ آپ کے وعظ دن اور رات ہوتے رہے۔ تمام شہر میں منادی کرائی گئی۔ ایک مولوی صاحب اور ڈاکٹر صاحب لوگوں کو جلسہ میں آنے سے روکتے۔ اور گھر گھر جا کر کہتے تھے کہ وعظ میں نہ جانا۔ مگر تاہم لوگ آتے رہے۔

انبالہ چھاؤنی میں انجمن احمدیہ

محمد جعفر علی خانصاحب سکرٹری انجمن احمدیہ چھاؤنی انبالہ لکھتے ہیں۔ کہ یہاں پہلے کوئی انجمن نہ تھی۔ لیکن خداوند کریم کے فضل سے کچھ احباب جمع ہو گئے ہیں۔ اور ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو باقاعدہ انجمن بنا کر عہدہ دار تجویز کئے گئے ہیں۔

جناب ذوالفقار علی خانصاحب کا نیا سلسلہ ملازمت

مکرم خانصاحب اپنے ایک نوازش نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں سب احباب سے خاص طور پر دعاؤں کا خواستگار ہوں۔ اس لئے کہ پھر اب ملازمت کا نیا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء کو انشاء اللہ تعالیٰ بجنور ممالک متحدہ میں انسپکٹری آبکاری کا چارج لے لونگا۔ جو احباب مجھے خط لکھیں اسی پتہ سے لکھیں۔ اور دعا فرماویں کہ اس مرحلہ میں اللہ تعالیٰ شرم و آبرو رکھ لے اور دینی خدمات کا موقعہ اور توفیق بخشے۔

مولوی محمد ۔۔۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ نو دس سال رہنے سے ہیں نے بہت کچھ اپنی ترقیوں کو قربان کیا ہے۔ جو نیز افسر اب مجھ سے سینیر ہو گئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گا تو وہ ہر طرح پرورش کی راہیں نکال دیگا۔ دوستوں کی محبت سے یقین ہے کہ وہ اپنے ایک ناتوان بھائی کو دعا ہائے سحری میں نہ بھولیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کے دل میں درد اور دعاؤں میں قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

درخواست دعا

میاں عبدالرحمن صاحب احمدی پٹیالوی کے لئے مصائب سے مخلصی کے لئے دعا کی جائے۔

ولادت

برادر عبدالقادر صاحب ساکن بھیرہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے احباب اس کے لئے دعا فرمائیں۔

نماز جنازہ

حافظ کرم الدین صاحب رنگریز دہلوی۔ جناب راجہ غلام حیدر خان صاحب احمدی جاگیردار باڑی پورہ کشمیر جو ایک مخلص اور پرانے احمدی تھے۔ اور منگتا خاں صاحب احمدی باڑی پورہ میں۔ چودھری سردار صاحب دولووالی میں اور محمد ابوالحسن صاحب بزدار کی لڑکی مسماۃ خدیجہ۔ میاں جیون ساکن ہانگٹ اوچے میاں نور حجام ساکنہ دیونہ اور چودھری علی محمد ساکن شادیوال۔ برادر دین محمد مرحوم کوٹ بگہ کی بیوی اور عبدالرحمن کشمیری کتا فروش فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بادین ضلعوں میں صرف تین کارڈ

اخبار الفضل کی اشاعت مورخہ ۱۹ جنوری گذشتہ میں میں نے اپنے برادران جماعت احمدیہ مقیم ممالک متحدہ آگرہ و اودھ سے عرض کیا تھا کہ مجھے اپنے پتے سے جلد اطلاع دیں۔ مگر اب تک صرف تین نے کارڈ لکھے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اور کسی بزرگ نے توجہ نہیں کی۔ یہ تو میں خیال نہیں کرتا کہ بادن ضلعوں میں صرف تین جگہ احمدی ہیں میرے خیال میں ہر ضلعے میں ہیں۔ مگر ابھی توجہ نہیں ہوئی ہے۔ اب مکرر عرض ہے کہ خواہ بیت اپنے پتے سے اطلاع دیں۔ چند منٹ تحریر کے لئے۔ اور ایک پیسہ میرے لئے اپنی پاک کمائی سے ضرور نکالیں اللہ اجر دیگا۔ محمد عثمان احمدی

جناب مفتی صاحب کا تازہ خط

شریف لنڈن کو پیام

لنڈن کے لارڈ میئر یا شریف لنڈن) ہر سال نئے مقرر ہوتے ہیں۔ یہ شہر لنڈن کا نہایت معزز عہدہ ہے۔ اور بڑی قابلیت کے لوگ ہمیشہ اس عہدے پر ممتاز ہوتے ہیں۔ اس سال نئے لارڈ میئر ۹۔ نومبر ۱۹۱۷ء کو مقرر ہوئے بڑا بھاری جلوس رسالوں پیادوں۔ توپوں وغیرہ کا نکلا جس کی لمبائی ایک میل سے زائد ہوگی۔ نئے لارڈ میئر کو اس دن عاجز نے مبارکباد کا خط لکھا۔ اور حضرت نبی اللہ احمد کی آمد اور جماعت احمدیہ کے قیام کی خبر بتلائی۔ اور چند رسالے بطور تحفہ ارسال کئے۔ اس کے جواب میں لارڈ موصوف کے پرائیویٹ سکرٹری سر ولیم جیمس سوسبی کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط آیا۔ جس میں فرماتے ہیں کہ لارڈ موصوف بہت ہی مشکور ہوئے ہیں۔ بالخصوص دلچسپ رسالوں کے سبب جن میں سلسلہ احمدیہ کا تذکرہ ہے۔

ونٹ نور میں قیام

عاجز ۲۸۔ دسمبر کی شام ونٹ نور پہنچا۔ موسم سرما میں میرا ایڈریس یہ ہوگا۔

M. Muhammad Sadiq
"Holly mount"
Ventnor, I. W. England

آئندہ اپریل تک میری خطوط اس ایڈریس پر آنے چاہئیں یہاں آتے ہوئے راستہ میں ریل کے اندر چند آدمیوں کو تبلیغ کا موقع ملا۔ اور یہاں آتے ہی ایک عمدہ موقع اللہ تعالیٰ نے عطا کیا کہ ٹون ہال میں ایک لیکچر ٹمپرنس سوسائٹی کا تھا۔ سردی کچھ بہت نہ تھی۔ اس واسطے گرم کپڑے لپیٹ کر میں بھی پہنچا۔ اور ایک مختصر تقریر کا بھی موقعہ مل گیا جس میں ممانعت شراب کے تذکرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت احمد نبی اللہ کا بھی تذکرہ کیا گیا حاضرین نے بہت دلچسپی سے سنا۔ اور خوشی کے نعرے اور چیرز دیئے۔ اور بعد لیکچر کئی ایک نے ملاقات کی اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ لوکل اخبار میں بھی میری تقریر کا تذکرہ ہوا جس کے بعض پرچے میں نے قادیان اور بعض دیگر دوستوں کو روانہ کئے ہیں۔

میں یہاں ایک خاندان میں رہتا ہوں جو میری تمام ضروریات کو مہیا کرتے ہیں۔ ہفتہ وار ان کی اجرت دی جاتی ہے۔ گوشت میرے لئے لنڈن سے منگوایا جاتا ہے۔ اور علیحدہ برتن میں پکتا ہے۔ تعجب ہے کہ خواجہ صاحب اور اُن کے رفقاء لنڈن سے صرف ۲۰ میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ اور حلال گوشت کا انتظام نہیں کر سکے۔ وہی حرام ہی اُڑائے چلے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اُن کو کوئی مجبوری ایسی ہی ہو۔ ہم بدظنی نہیں کرتے۔ لیکن یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے واسطے یہاں لنڈن سے ۹۰ میل کے فاصلہ پر بھی حلال گوشت کا انتظام ہو گیا ہے۔ اگر نہ ہوتا تو میں مطابق نصیحت برادرم چودھری فتح محمد مچھلی پر گذارا کر لیتا۔

قدوائی کو چیلنج

قدوائی نے ایک مضمون۔ جو مخالفت اخبار راست میں بہ آزار خلافت چھپوایا ہے۔ اس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ہم نے ایک شخص کے دستخط سوسائٹی کہہ کر کرائے تھے۔ گر اس شخص نے بعد میں توبہ کر لی۔ خوب بہتر ہوتا کہ اس شخص کا نام بھی قدوائی صاحب لکھ دیتے پھر ہم ثابت کر دیتے کہ وہ شخص نماز پڑھتا ہے۔ روزہ رکھتا ہے۔ کیا اسی کا نام سوسائٹی ہے۔ اگر ہے تو پھر کچھ حرج نہیں۔ میں چیلنج دیتا ہوں کہ قدوائی صاحب اس شخص کا نام لکھیں۔ اور ثابت کریں کہ وہ قدوائی صاحب کو ملنے سے قبل نہ نماز پڑھتا تھا اور نہ روزہ رکھتا تھا اور یہ نماز روزہ اور قرآن خوانی اُسے چودھری فتح محمد صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب نے نہ سکھلائی تھی۔ ہرگز قدوائی صاحب اس امر کو ثابت نہ کر سکیں گے بعض دو وکنگ میں رہنے اور احمدیت کے ساتھ منافقی بغض کا حق اُنھوں نے ادا کیا۔ ورنہ صداقت اس میں ہرگز نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۹ فروری ۱۹۱۸ء

احمدیان کٹک پر مظالم

قابل توجہ گورنمنٹ بہار و اڑیسہ

ان ایام میں جبکہ مسلمان سیاسی اغراض کی خاطر ان لوگوں سے بغل گیر ہو رہے ہیں جو اسلام کو ایک جھوٹا۔ اور بناوٹی مذہب سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ شیر و شکر ہو رہے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چالباز اور مفتری انسان خیال کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ چولی دامن کا جوڑ بنا رہے ہیں۔ جو قرآن کریم کو انسانی خیالات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ یہ جو سلوک ہماری جماعت کے لوگوں سے کر رہے ہیں جو خدائے واحد کے پرستار۔ مگر کمزور ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھنے والے۔ مگر ناتوان ہیں۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام سمجھنے والے۔ مگر تھوڑے ہیں۔ اسلام کو زندہ اور کامل مذہب یقین کرنے والے۔ مگر قلیل ہیں۔ اس کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ اور آنسو نکل آتے ہیں۔ ہمارے عقائد سے انہیں سو [illegible] اختلاف سہی ہمارے خیالات ان کے نزدیک بالکل غلط اور ناراستی پر مبنی سہی ہمارے دعاوی ان کے خیال میں گندے اور ناپاک سہی لیکن کیا وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایک امن پسند اور صلح کل جماعت کے افراد نہیں ہیں۔ ہم امن اور سلامتی کے دلدادہ نہیں ہیں۔ ہمارا ہر قول اور ہر فعل صلح اور آشتی پر مبنی نہیں ہوتا۔ ہرگز نہیں لیکن باوجود اس کے ہمارے ساتھ جو سلوک وہ کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی رنجدہ اور دلشکن ہے چنانچہ اس کی تازہ مثال ہماری جماعت کے ان افراد کے متعلق مل سکتی ہے۔ جو کٹک صوبہ بہار میں سکونت پذیر ہیں۔ ان بیچاروں پر ایک عرصہ سے ظلم و ستم توڑے جا رہے ہیں طرح طرح سے تنگ کیا جا رہا ہے قسم قسم کی تکالیف پہنچائی جا رہی ہیں۔ انواع و اقسام کے دکھ دیئے جا رہے ہیں۔ جن کی تفصیل نہایت دردناک اور روح فرسا ہے۔ لیکن باوجود اس قدر دکھ اور تکالیف برداشت کرنے ظلم و ستم سہنے۔ مشکلات اور مصائب جھیلنے کے انہوں نے سررشتہ صبر و قرار کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور اپنی امن پسندی اور صلح جوئی میں ذرہ بھر فرق نہیں آنے دیا۔ اس پر چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ ظالم اور سفاک لوگ جو ہر وقت ان کے درپے آزار ہیں۔ کچھ شرماتے اور اپنے ناسزا اور ناروا افعال سے باز آتے لیکن نہیں وہ دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور اپنی انتہائی کثافت اور قوت صرف کر رہے ہیں۔ جس سے ان کے مظالم کی فہرست بہت طویل اور نہایت دردناک ہو رہی ہے۔ اس وقت تک ہم نے ان لوگوں کی ستم شعاری اور ظلم آفرینی کی داستان اپنے ان مظلوم اور ناتواں بھائیوں کی زبانی پیش نہیں کی جو ان بے درد اور سفاک لوگوں کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اور نہ اب کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت دردناک اور الم افزا ہونے کے باعث صبر شکن اور ضبط ربا ہے اور اس کو پڑھ کر ہر ایک اس انسان کے جو اپنے دل میں بنی نوع انسان سے ذرا بھی ہمدردی رکھتا ہے آنسو نکل آئیں گے۔ البتہ ان جفاکاروں نے اپنی زبان سے جس قدر اعتراف کیا ہے اسی کو پیش کرتے ہیں۔ گو یہ ان مظالم کے سمندر میں سے جو ہمارے ناتواں بھائیوں پر توڑے جا رہے ہیں۔ ایک قطرہ کے برابر ہے۔ تاہم درد اور احساس کا مادہ رکھنے والے اصحاب کے لئے اپنے اندر بہت کچھ جراحت اور نمک پاشی کا سامان رکھتا ہے۔ اور ہمارے مظلوم بھائیوں کی دردناک حالت کا کسی قدر اندازہ ظالموں کے اس اپنے اعتراف سے نہایت آسانی کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے۔

یکم فروری ۱۸ء کے اخبار اہلحدیث میں "کٹک میں قادیانیوں کی خاطر" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں کوئی "سید ضیاء الدین احمد" لکھتے ہیں کہ:۔

"بیچارہ قادیانی مذہب دور دراز ملکوں سے جلتا ہوا اور لٹن ٹیکر یہاں آیا تھا کہ اس کی خوب آؤ بھگت ہوگی۔ اور گنوار لوگ کان دبا کر اس کے حلقہ میں داخل ہو جائیں گے۔ کیا ذکر بیچارہ کا دم اب ناک میں آگیا ہے" اس کی تفصیل آپ یوں کرتے ہیں کہ:۔

(۱) "قادیانیوں کا قافیہ اب ایسا تنگ کر دیا ہے کہ بیچارے مکان سے باہر تک نہیں نکل سکتے"

(۲) "مسجدوں میں قدم دھرنا ایک قلم بند"

(۳) "وہ جو کہاوت ہے کہ موئے پر سو دُرّے۔ سو وہ بھی یہاں واجب التعمیل ہو رہی ہے۔ مرزائیوں کی میت کا پوچھئے مت۔ شہر میں اگر کسی میت کی خبر پہنچ جاتی ہے۔ تو تمام قبرستانوں میں پہرہ بیٹھ جاتا ہے کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے کسی کے ہاتھ میں چھری ہے۔ میت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ کہ [illegible] تابوت نہیں ملتی۔ بیلداروں کی طلب ہوتی ہے تو وہ ٹکا سا جواب دیدیتے ہیں۔ بانس اور لکڑی کی بالکل عنقائیت ہو جاتی ہے۔ دفن کے واسطے جگہ تلاش کرتے کرتے پھول کا زمانہ بھی گذر جاتا ہے۔ ہر صورت سے ناامید ہو کر جب یہ ٹھان بیٹھتے ہیں کہ چپکے چپکے سے مکان کے اندر قبر کھود کر گاڑ دیں تو ملاقاتی عینی افسران میونسپلٹی کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ وہ غڑپ سے آموجود ہو کر حسن امید پر کڑکتی بجلی گرا دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ"

ان مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھ کر کون سمجھدار اور عقلمند انسان ہے۔ جس کے رونگٹے نہ کھڑے ہو جائیں۔ اور اس کے انسانی جذبات جوش میں آکر ان ظالموں پر لعنت اور پھٹکار نہ بھیجیں۔ اور ابھی تو یہ وہ مظالم ہیں جن کا اعتراف اور اعلان خود ظالموں کی طرف سے ہو رہا ہے۔ ورنہ جو کچھ بیچارے مظلوموں پر گذر رہی ہے وہ تو اس سے بہت زیادہ اور سخت دردناک ہے۔

ہم حیران ہیں کہ یہ ظالم اور بدکار لوگ سلطنت برطانیہ کے عہد لیت مہد میں کیوں اس قدر وحشت اور درندگی کا سلوک ہمارے

امن پسند اور صلح جو بھائیوں سے کر رہے ہیں ان میں کیوں اتنی جرأت اور دلیری پیدا ہو گئی ہے۔ کہ وہ اپنے مظالم کا علی الاعلان اظہار کر کے ان پر فخر کرتے اور عوام الناس کو اپنی ان ناپاک اور امن شکن کوششوں کے جاری رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مظالم کے بیان کر دینے کے بعد اسی مضمون میں لکھا گیا ہے کہ:۔

"کٹک میں قادیانیوں کے ساتھ جو برتاؤ اب برتا جاتا ہے اگر چندے اس کی نگہداشت کی جائے۔ تو امید ہے کہ یہ مرزائی مذہب یا بدعت یہاں سے غائب ہو جائیگا۔"

کیا یہ صریح اور صاف الفاظ میں کٹک کے احمدیوں پر ظلم و ستم جاری رکھنے کی تحریک نہیں کی گئی۔ انھیں ہر قسم کا دکھ اور تکلیف دینے کی ترغیب نہیں دی گئی۔ انہیں گھروں میں بند رکھنے اور مسجدوں سے روکنے کا اعلان نہیں کیا گیا۔ ان کے مردوں کو خراب اور بے عزت کرنے کا مشورہ نہیں دیا گیا۔ ان کے خلاف شورش اور فتنہ پیدا کر کے نقض امن کرنے کی صلاح نہیں دی گئی۔ اگر دی گئی ہے۔ اور ضرور دی گئی ہے۔ تو پھر کیا اس مضمون کے لکھنے اور اس کے شائع کرنے والے امن شکنی کے جرم میں تحریک اور ترغیب دینے کے مجرم نہیں ہیں۔ ضرور ہیں۔ پس ہم گورنمنٹ پنجاب کو جس کے ہاں یہ مضمون شائع ہوا ہے اور گورنمنٹ صوبہ بہار و اڑیسہ کو جس میں یہ امن شکن کارروائی ہو رہی ہے۔ اور جہاں اس کے اور زیادہ زور کے ساتھ جاری رکھنے کی تحریک کی گئی ہے توجہ دلاتے ہیں کہ اس مضمون کے لکھنے والے کے متعلق جلد نوٹس لے اور ان مظالم کی طرف توجہ کرے جن کا اس مضمون میں نہایت کھلے طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔ ہمارے بھائیوں کی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ کیا گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں یہ جائز ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی نہایت وفادار اور امن پسند رعایا کے افراد کو مکانوں میں بند کر دیا جائے۔ ان کو مساجد میں فریضہ نماز کے ادا کرنے سے روک دیا جائے ان کے مردوں کو ذلیل اور رسوا کیا جائے ان پر ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے حملہ کیا جائے۔ اگر نہیں تو پھر جو لوگ ایسا کرنے کا خود اعتراف کر رہے ہیں۔ ان سے ابھی تک کیوں باز پرس نہیں کی گئی۔ اور انھیں کیوں قانون کے شکنجہ میں نہیں کسا گیا۔ اور ان کے ظلم و ستم کو کیوں نہیں روکا گیا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے گورنمنٹ بہار نے ضرور اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کارروائی کی ہو گی۔ اور اگر پہلے نہیں تو اب ضرور کرے گی اور ظالموں کو کیفر کردار کو پہنچائیگی۔ ان کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ اور ان کے ثبوت کے لئے کسی قسم کی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ وہ علی الاعلان اور بالکل بے خوف و خطر ہو کر اپنی ستم شعاری کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور اس کو جاری رکھنے کی کھلے الفاظ میں تحریک کر رہے ہیں۔

اس نہایت خطرناک معاملہ کی طرف ہم گورنمنٹ صوبہ بہار کو توجہ دلاتے ہوئے جہاں اس کے عدل و انصاف پر اعتماد رکھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ ان ظالم اور جفاکار لوگوں کے پنجۂ ظلم و ستم سے احمدیان کٹک کو بہت جلدی رہائی بخشے گی وہاں اپنے احمدی بھائیوں کو بھی صبر اور استقلال کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ ان ستم شعاروں کے ستم اٹھائیں۔ اور صبر سے کام لیں۔ ان کی طرف سے مشکلات اور مصائب برداشت کریں۔ اور اف نہ کریں۔ ان کے نہایت دردناک اور روح فرسا سلوک کو جھیلیں اور دم نہ ماریں۔ اور اس ایمانی قوت اور استقلال کا ثبوت دیں۔ جس کا ثبوت اس وقت تک تمام انبیاء کی جماعتیں دیتی چلی آئی ہیں۔ اور جس کا ان پر مظالم توڑنے اور ستم کرنے والوں کی طرف سے بھی اس طرح اعتراف کیا گیا ہے کہ

"یہ کچھ تو قادیانیوں کی عزت و توقیر ہے مگر داد دے ان کی مضبوطی"

خدا تعالیٰ ان کا ناصر اور مددگار ہو گا۔ اور گورنمنٹ برطانیہ ان کے معاملہ میں عدل و انصاف برتیگی۔ اور دنیا ان کی امن پسندی اور قوت ایمان کا اعتراف کرے گی۔ پس وہ خدائے واحد و یگانہ پر بھروسہ رکھیں۔ ان پر تکالیف کے دن ہمیشہ نہیں رہیں گے ان پر مشکلات کی یہ آندھیاں ہر وقت نہیں چلتی رہیں گی۔ ان سے یہ صبر آزما اور استقلال شکن سلوک بہت مدت تک روا نہیں رکھا جائیگا۔ آخر کامیاب و بامراد وہی ہونگے۔ اور ان کے دشمن ہی ان کے سامنے ذلیل و خوار خائب و خاسر ہونگے۔ پس مبارک ہونگے وہ جو اس امتحان میں پورے اتریں گے۔ اور اپنے دشمنوں کو اپنے سامنے ناکام اور نامراد ہوتا دیکھیں گے۔ ہمارا جگر اپنے ان بھائیوں کی تکالیف کی وجہ سے پاش پاش ہو رہا ہے۔ ہمارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اور ہم نہایت بےچینی اور بے آرامی سے ان کے دردناک حالات کو سن رہے ہیں۔ لیکن ہم کامل امید رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہماری آہوں کو سنیگا۔ اور ہماری بیچارگی پر نظر کرے گا۔ کہ اس کے سوا ہمارا کوئی یار و غمگسار نہیں۔ حق اور صداقت کے دشمن فتنہ اور فساد کے دلدادہ لوگ چاہتے ہیں کہ احمدیت کے راستہ میں ظلم اور جور کی دیوار حائل کر کے اسے پھیلنے نہ دیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ احمدیت پھیلیگی اور ضرور پھیلیگی۔ ہاں اس کے قبول کرنے والوں کو اسی طرح مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑیگا جس طرح ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو کرنا پڑا تھا۔ لیکن جس طرح کامیابی ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ اور ناکامی ان کے دشمنوں کے لئے۔ اسی طرح اب کامیابی بالآخر احمدیوں کو ہی حاصل ہو گی۔ ناکامی ان کے ظالم اور جفاکار دشمنوں کو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کامیابی کے لئے انتظام اور اتحاد کی ضرورت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ
فرمودہ ۲۵ - جنوری ۱۹۱۸ء

سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے بعد فرمایا -
انسانی کوششیں اور محنتیں ایک حد تک بہت عظیم الشان نتائج پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہیں - کیونکہ خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے اس کی کوششوں کو ترقیات کا اعلیٰ ذریعہ بنایا ہے - مگر یہ ترقی اور کامیابی اُس وقت بہت بڑھ جاتی ہے - جبکہ کسی انتظام کے ماتحت ہو - ایک کام اگر بدانتظامی سے ہو - تو اس کے اور نتائج نکلتے ہیں - لیکن وہی کام اگر انتظام کے ماتحت ہو تو بہت عالیشان نتائج پیدا ہوتے ہیں - پس جہاں انسانوں کے مدِ نظر یہ بات ہوتی ہے - کہ کسی کام کے لئے محنت اور کوشش کریں وہاں یہ بھی ہونا چاہئے کہ وہ کام ایک انتظام کے ماتحت ہو - مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچے - اور ان پر جتنی تباہیاں آئی ہیں - ان کے اگر اکثر حصہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے - کہ ان کی وجہ دنیاوی سامانوں میں انتظام کی کمی ہی ہے - لیکن یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے - کہ وہ جس کا خدا تعالےٰ نے شریعت کے ماتحت ایسا انتظام کیا تھا کہ جس کی نظیر اور کسی شریعت میں نہیں ملتی - اس کی تباہی اور بربادی بدانتظامی کی وجہ سے ہوتی ہے - شریعت موسوی میں یا ہندوؤں عیسائیوں زرتشتیوں وغیرہ میں شریعت کے ماتحت خاص طور پر اسلام سے کوئی انتظام اور سلسلہ قائم نہیں کیا گیا - اللہ تعالےٰ نے ان میں بھی انتظام کئے تھے - مگر ایسا انتظام کہ جو خاص حکم - ....

....

....

.... اور وعدہ کے ماتحت ہوا ہو وہ نہیں - مگر باوجود اس کے ان میں ایک انتظام رہا - اور اس سے انھوں نے بڑے بڑے فوائد حاصل کئے - اپنی کمزوریوں اور تباہیوں کے وقت بھی اس سے فائدہ اٹھاتے رہے - مگر مسلمان جن کو قرآن میں حکم دیا گیا تھا کہ ایک انتظام کے ماتحت رہیں - اور خدا تعالےٰ نے سورہ فاتحہ اور سورہ نور میں وعدہ فرمایا تھا - کہ اسی انتظام کے ماتحت تمھیں ترقی اور کامیابی حاصل ہوگی - وہی سب سے زیادہ انتظام کے توڑنے والے ہوئے ہیں جس کا جو کچھ نتیجہ ان کے حق میں نکلا وہ دنیا جانتی ہے - دشمنوں نے پراگندہ کر کے تباہ و برباد مغلوب و مقہور کر دیا - مگر پھر بھی انہیں ہوش نہ آئی - اور اپنی بربادی سے آگاہ نہ ہوئے - یورپ میں ایک دفعہ مذہبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا - اور سارا یورپ اس بات کے لئے تیار ہو گیا تھا کہ اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دے - اس کے لئے یورپ کے بڑے پوپ نے ایک اعلان عام کیا کہ لڑنے کی طاقت رکھنے والوں کا فرض ہے کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور جو لڑ نہیں سکتے ان کا فرض ہے کہ لڑنے والوں کی ہر طرح سے مدد کریں - اس پر بڑے بڑے نوابوں اور امیروں نے اپنی جائدادیں فروخت کر کے - مدد دی - خود لڑنے لگے - یہاں تک کہ چونکہ انجیل میں آتا ہے کہ بچے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتے ہیں - کیونکہ وہ بے گناہ ہوتے ہیں - اس لئے انھوں نے کئی ہزار نابالغ بچے لڑائی میں بھیج دیئے - کہ قربان ہو جائیں - اس سے پتہ لگ سکتا ہے - کہ وہ اپنے ارادہ کو کتنی بڑی بڑی قربانیاں کر کے پورا کرنا چاہتے تھے - اور اس پر کیسے قائم اور مستحکم تھے - انھیں کامیابی تو کیا ہونی تھی - مگر ان کا یہ فعل دلالت کرتا ہے - کہ انھوں نے ہر ایک وہ تدبیر جو کامیابی کے لئے ان کے خیال میں آ سکتی تھی اس پر عمل کیا - اور دشمنی رکھتے تھے - اور لڑتے جھگڑتے رہتے تھے ایک ہو کر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے - لیکن اُس وقت مسلمانوں میں - جن کو حکم تھا کہ ایک انتظام کے ماتحت رہیں - وہ ایک ایسی قوم کے مقابلہ میں - جس نے اپنا انتظام اپنے طور پر بنایا ہوا تھا - اور جو کہ مدینہ اور بیت المقدس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے حملہ آور ہوری تھی مسلمانوں میں ایک سے زیادہ مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے عیسائیوں کو خطوط لکھے کہ ہم تمھاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں - اگر چاہو تو ہم اپنا لشکر لے کر آجائیں - پھر انھوں نے خفیہ سامان اور مال بھیجے مسلمانوں کے خلاف جہاں تک ہو سکتا تھا ریشہ دوانیاں کیں - اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کے اس حملہ کو توڑ دیا - جو انھوں نے ایسے مذہبی جوش کی وجہ سے کیا تھا جس سے ان میں عدل و انصاف مٹ چکا تھا - رحم اور خدا ترسی سے خالی ہو چکے تھے - جب کوئی علاقہ فتح کرتے - تو اس میں رہنے والی عورتوں اور بچوں تک کو جلا دیتے - اور ہر ایک قسم کے مظالم کرتے تھے - مگر باوجود اس کے کئی مسلمان اس بات کے لئے تیار تھے - کہ ان کی مدد کریں - اور مسلمان مقابلہ کرنے والوں کو تباہ و برباد کرنے میں حصہ لیں - اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص نصرت اور تائید سے عیسائی حملہ آوروں کو اپنے ارادہ میں ناکام رکھا - مگر مسلمانوں کی طاقت جو دن بدن بڑھتی جا رہی تھی - نہ صرف رک گئی - بلکہ پاش پاش ہو گئی عیسائیوں کو تو اس لئے ناکامی ہوئی کہ انھوں نے اسلام کو مٹانے کا ارادہ کیا تھا - مگر مسلمان چونکہ اپنی شامت اعمال سے اس قابل نہ رہے تھے کہ آگے ترقی کرتے اس لئے خدا تعالےٰ نے ان کو چھوڑ دیا - کہ جاؤ تباہ و برباد ہو - یا تو وہ آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے - یا گھٹتے گھٹتے تباہ ہو گئے - اور اب کیسا اُلٹ زمانہ آیا - کہ ایک تو وہ وقت تھا کہ مسلمان دنیا جہان کے لوگوں کو سبق دیتے پھرتے ہیں - انھیں علوم سکھلانے

تھے۔ تہذیب پھیلاتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہر بات میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ دوسروں کو علم سکھانا تو الگ رہا۔ خود ہی سب کچھ بھلا چکے ہیں ہر طرح کی ذلت اور نکبت ان پر چھائی ہوئی ہے۔ عام لوگوں کو تو جانے دو۔ ان کی جو حکومتیں ہیں۔ ان کی حالت دیکھو۔ ایران کی حکومت جس کا ایک زمانہ میں دنیا میں ڈنکہ بج چکا ہے اس نے ایک دفعہ پندرہ لاکھ روپیہ ایک دوسری حکومت سے قرض مانگا۔ تو اسے کہا گیا کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ روپیہ ادا کر دیا جائیگا۔ حالانکہ ہندوستان کے شہروں میں کئی ایسے سوداگر ہیں کہ اگر وہ کروڑ روپیہ بھی قرض لینا چاہیں۔ تو آسانی سے لے سکتے ہیں۔ لیکن ایک حکومت کو پندرہ لاکھ روپیہ بھی قرض نہیں مل سکتا۔ یہ انجام ہے بد انتظامی کا۔

ہماری جماعت میں خدا تعالٰے نے اتحاد اور اتفاق قائم کیا ہے۔ اور پھر اس ترقی کی امید دلائی ہے۔ جو اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ ہماری جماعت کے ذریعہ اسلام دنیا میں پھیلائے لیکن بجائے اس کے کہ حملہ آوروں کو تلوار سے روکا اور اپنے آگے جھکایا جائے۔ اب منشاء الٰہی یہ ہے کہ دلائل اور براہین کے ساتھ مقابلہ کیا جائے اور اسی طرح اسلام ترقی کرے۔ مگر باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں مقابلہ کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور تلوار کی بجائے براہین سے شوکت اسلام ظاہر ہوگی۔ وہ بات اسی طرح قائم ہے کہ تمام کامیابیاں اسی وقت حاصل ہو سکینگی۔ جبکہ ہم ایک انتظام کے ماتحت ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قربانی خدا کے فضل سے کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ مگر خدا کا فضل جذب کرنے کے لئے بھی کچھ سامان ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا مہیا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اور وہ اتحاد و اتفاق اور ایک انتظام کے ماتحت کام کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات بڑی حد تک ہماری جماعت میں پائی جاتی ہے۔ مگر ہم اس کو کافی نہیں کہہ سکتے۔ ابھی اس کی بہت ضرورت ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے۔ کہ جس جماعت میں اتفاق اور اتحاد نہیں ہوتا۔ اس کی تمام کوششیں خدا کے دین کی ترقی کے لئے صرف نہیں ہوتیں وہ خدا کے انعام کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ بیشک ترقی کرنے کے اور بھی ذرائع ہیں۔ مگر وہ دنیاوی ہیں لیکن خدا کی راہ میں ترقی وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو ایسے اعمال کریں۔ جو خدا کے فضل کو جذب کرنے والے ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس دنیاوی سامان تو ہیں نہیں اس لئے جب تک ہم خدا کا خاص فضل جذب کرنے والے اعمال نہ کریں۔ اس وقت تک ترقی کس طرح کر سکتے ہیں۔ پس اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ ہر جگہ کے لوگ آپس میں خاص طور پر اتحاد و اتفاق کر کے دکھلائیں۔ بعض اوقات بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہو جاتی ہے۔ نا اتفاقی اور تفرقہ کی بنیاد رکھ دی جاتی۔ نمازیں الگ پڑھنی شروع کر دی جاتی ہیں معاملات میں قطع تعلق کر لیا جاتا ہے حالانکہ تفرقہ اور نا اتفاقی کی اگر وجہ کو دیکھا جائے۔ تو بہت معمولی اور ردی ہوتی ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ افراد کی لڑائیاں اور نا اتفاقیاں ہیں۔ حالانکہ افراد سے جماعت بنتی ہے۔ اور بہت افراد میں لڑائی ہوئی تو جماعت میں ہی ہوئی۔ تو میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک مقام پر وہ اتفاق۔ اور اتحاد ابھی پیدا نہیں ہوا جو خدا کے خاص فضل حاصل کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اگرچہ ان لوگوں سے بہت زیادہ اتفاق اور اتحاد ہوتا ہے۔ جن سے لوگ نکل کر ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ مگر اتنا کافی نہیں ہو سکتا۔ اس سے بہت زیادہ کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے لئے یہ خوشی کی بات نہیں ہے۔ کہ دوسروں سے زیادہ ہم میں اتفاق ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا جتنے اتفاق کی ہم کو ضرورت ہے۔ وہ ہے یا نہیں۔ اگر اتنا نہیں تو پھر اس فائدہ کے حاصل ہونے کا موجب نہیں ہو سکتا۔ جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ اس اتحاد کے پیدا کرنے کے لئے خاص قربانی کرنا سیکھیں۔ اور نا اتفاقی کے خیالات کو ترک کرنا اختیار کریں۔ تا کہ خدا کے فضل حاصل ہوں۔ اگر کسی وجہ سے جماعت کے اتحاد اور اتفاق میں فرق آنے کا خوف ہو تو چاہئے کہ اپنے ذاتی اغراض اور فوائد کو قربان کر دیا جائے۔ کیونکہ جماعت کی تباہی لوگوں کی اپنی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مکان کے اندر کھڑا ہو کر اپنے سر پر ہاتھ رکھے اور چھت کو اس لئے گرانا شروع کر دے۔ کہ میں تو بچ جاؤنگا۔ اور دوسرے ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ نادان اور بے وقوف ہوگا۔ کیونکہ اگر چھت گری تو وہ خود بھی ہلاک ہو جائے گا۔ یہی حال جماعت میں فتنہ اور فساد پیدا کرنے کا ہوتا ہے۔ کہ فساد پیدا کرنے والا خود بھی ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالٰے ہماری جماعت کے لوگوں کو یہ سمجھنے کی توفیق دے کہ جماعت کی تباہی ان کی اپنی تباہی ہوگی۔ اور وہ اس بات کے لئے تیار ہو جائیں کہ اپنے ذاتی فوائد کو جماعت کے اغراض کے مقابلہ میں قربان کرنے میں ذرا پس و پیش نہ کریں۔ خواہ کتنے بڑے کیوں نہ ہوں کیونکہ عدل اور انصاف اور ان کی اپنی بہتری اسی میں ہے کہ وہ جماعت کے فوائد کے مقابلہ میں ذاتی فوائد کو قربان کر دیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے مولود مسعود کی تاریخ ولادت

حضرت محمود احمد را خدا فرزند داد
خاطرِ خدام زیں مژدہ شدہ بس فرحناک
فکرِ تاریخ ولادت لب کہ دامنگیر بود
ہاتفم در گوش فرمود افتخارِ آلِ پاک
۱۳۳۶ھ (از منشی خادم صاحب۔ خادم)

ایک غیر احمدی معترض کے چند اعتراضات اور ان کا جواب

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" کے صفحہ ۴۱ میں ارقام فرماتے ہیں:-

"یہ کہنا کہ حدیث میں آیا ہے کہ خلافت تیس سال تک ہوگی عجیب فہم ہے.... اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے۔ تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے۔ جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں۔ بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے۔ کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئیگی کہ ھذا خلیفۃ اللہ المہدی اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو ایسی کتاب میں درج ہے۔ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ لیکن وہ حدیث جو معترض نے پیش کی علماء کو اس میں کئی طرح کا جرح ہے۔ اور اس کی صحت میں کلام ہے"

اس عبارت کو پیش کر کے مخالف علماء میں سے ایک مولوی صاحب معترض ہیں کہ چونکہ بخاری میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ آسمان سے کسی شخص کے لئے آواز آئیگی کہ ھذا خلیفۃ اللہ المہدی اور مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ حوالہ جھوٹا بنایا ہے۔ اور یا ان کو بخاری کی احادیث کا علم نہیں تھا۔

سو جاننا چاہئے کہ معترض کے دونوں نتیجے صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ محض حوالہ کے لکھنے میں غلطی واقع ہو جانے سے نہ کسی شخص کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔ اور نہ لازم آتا ہے کہ اس شخص نے جھوٹا حوالہ بنایا ہے۔ یہ بات تو جب لازم آسکتی تھی کہ اس حدیث کا کہیں وجود ہی نہ ہوتا۔ اور حضرت مرزا صاحب تحریر فرما دیتے۔ کہ ایسی حدیث رسول اللہ صلعم نے فرمائی ہے۔ حالانکہ نفس حدیث سے معترض بھی منکر نہیں ہے۔ اور انکار کر بھی کیسے سکتا ہے۔ جبکہ ابو نعیم اور خطیب نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہوا ہے۔

حجج الکرامہ فی آثار القیامہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

"در روایتے آمدہ کہ فرشتہ باشد برسر وے ندا کند کہ ھذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا واطیعوہ

اخرجہ ابو نعیم والخطیب فی تلخیص المتشابہ صفحہ ۳۶۲"

اس امر کے ثبوت ہیں کہ حضرت مرزا صاحب یہ بھی جانتے تھے کہ بخاری میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور اس لئے اس حوالہ میں غلطی واقع ہو جانے سے ان کی لاعلمی پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ ان کی اپنی کتاب ازالۃ الاوہام شاہد عدل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ

"مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے امامین حدیث (مسلم و بخاری۔ ناقل) نے ان کو نہیں لیا.... ممکن ہے .... کہ یہ شخص عیسیٰ کے نام سے آنے والا احادیث میں لکھا گیا ہے۔ اپنے وقت کا وہی مہدی اور وہی امام ہو۔ اور ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی اور مہدی بھی آجائے۔ اور یہی مذہب حضرت اسماعیل بخاری کا بھی ہے۔ کیونکہ اگر ان کا بجز اس کے کوئی اور اعتقاد ہوتا۔ تو ضرور وہ اپنی حدیث میں ظاہر فرماتے۔ لیکن وہ صرف اسی قدر کہہ کر چپ کر گئے۔ کہ ابن مریم تم میں اترے گا۔ جو تمہارا امام ہوگا۔ اور تم میں سے ہی ہوگا۔ ازالہ صفحہ ۵۱۸"

ازالہ کی اس عبارت میں حضور علیہ السلام نے صاف طور پر بیان فرما دیا ہے کہ بخاری میں مہدی کے متعلق کوئی حدیث نہیں ہے۔ پس اس تحریر کی موجودگی میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو علم نہ تھا۔ اور بے خبری میں غلط حوالہ دے دیا ہے۔ کہ ھذا خلیفۃ اللہ المہدی کی حدیث بخاری میں لکھی ہے۔

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۴ بھی اسی بات کا موید ہے کہ حضرت مسیح موعود کو اس حدیث کی نسبت بخاری میں موجود ہونے کا ہرگز خیال نہیں ہے۔

چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

"نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ میں منظور کر چکے ہیں کہ فتنہ دجالیہ کے لئے جو مشرق مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ہندوستان ہے۔ پس ماننا پڑا کہ انوار مسیحیہ کے ظہور کا مشرق بھی ہندوستان ہی ہے۔ کیونکہ جہاں بیمار ہوں وہیں طبیب آنا چاہئے۔ اور بموجب حدیث لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھولاء (اہل فارس) دیکھو بخاری صفحہ ۷۲۷ رجل فارسی کا جائے ظہور بھی یہی مشرق ہے" اور اس صفحہ مشرق پر نشان دیکر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

"ایسا ہی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ اصفہان سے ایک لشکر آئیگا جن کی جھنڈیاں کالی ہونگی اور ایک فرشتہ آواز دیگا ان میں خلیفۃ اللہ المہدی" ہے اور اصفہان بھی حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مہدی بھی مشرق میں ہی ہوگا۔ یا یہ کہ فارسی ہوگا"

اگر حضرت مسیح موعود کا یہ خیال ہوتا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ تو جس طرح آپ نے حدیث لو کان الایمان الخ کو بخاری میں بتایا ہے۔ اس [illegible]

حدیث هذا خلیفة الله المهدی کی نسبت بھی یہ تحریر فرما دیتے کہ یہ بھی بخاری میں ہے۔ مگر بجائے اس کے آپ نے پہلی حدیث کو بخاری کی طرف منسوب کر کے دوسری کی نسبت لکھا ہے کہ ایسا ہی ایک اور حدیث میں لکھا ہے" الخ

ہم ادھر حضرت مسیح موعود کا ازالہ میں یہ لکھنا کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں۔ اور اسی وجہ سے مسلم اور بخاری نے ان کو نہیں لیا۔ ایک نیک نیت انسان کے لیے اس امر کے یقین کرنے کی کافی وجہ ہے۔ کہ شہادۃ القرآن میں اس حدیث کا بخاری کی طرف حوالہ دینا محض سبقت قلم ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں۔ نہ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جھوٹا حوالہ بنایا ہے۔ اور نہ اس سے مرزا صاحب کی بے علمی پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اور اگر معترض کو اس بات پر اصرار ہے۔ تو وہ سن لے کہ اس نکتہ چینی سے وہ صرف حضرت مرزا صاحب کو ہی اپنے اعتراض کا نشانہ نہیں بنائیگا۔ بلکہ اسے اپنے اس اعتراض کا پہلا نشانہ امام بیہقی کو بنانا پڑیگا جنہوں نے اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں صفحہ ۳۰۱ حدیث ذیل کی نسبت "رواہ البخاری" لکھ کر بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ حدیث یہ ہے۔

"اخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال انا ابو بکر بن اسحق قال انا احمد بن ابراهیم قال ثنا ابن بکیر قال حدثنی اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری قال ان ابا هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم رواہ البخاری فی الصحیح۔"

کیا معترض پسند کرے گا۔ کہ امام بیہقی کو جن کو امام الفن اور حافظ الحدیث مانا گیا ہے۔ اپنے اس اعتراض کا نشانہ بنائے کیونکہ بخاری میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جس میں من السماء کا لفظ آیا ہو۔

اس زمانہ کے علماء میں سے اس روایت کی لپیٹ میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی بھی آتے ہیں کیونکہ انھوں نے بھی اپنی کتاب الجوائز والصلات کے صفحہ ۲۵۹ میں اس روایت کو من السماء کے لفظ کے ساتھ بحوالہ بیہقی و بخاری درج کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ معترض ان کو بھی فراموش نہیں کرے گا

امام بیہقی کے سوا اس اعتراض کا نشانہ ایک اور بزرگ کو بھی بنانا پڑیگا۔ جن کو امام اہل التحقیق ورئیس ذوی التدقیق عمدة الائمة المتقدمین والمتأخرین و خاتمة الحفاظ المحدثین۔ امام الکبیر والعلم الشہیر المفضل جلال الدین سیوطی کہا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے بھی ذیل کی روایت کو نقل کر کے درمنثور میں بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں یہ روایت موجود نہیں ہے روایت یہ ہے۔

"عن ابن عباس قال لو باهل اهل نجران رسول الله صلی الله علیه وسلم لرجعوا لا یجدون اهلا ولا مالا" درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۹

درمنثور کے علاوہ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۰۴ میں بھی اس روایت کی نسبت "وقد رواہ البخاری" لکھا ہے۔ جس سے امام جلال الدین سیوطی کے ساتھ صاحب ابن کثیر کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔ جن کو الامام الجلیل الکبیر الحافظ مانا جاتا ہے۔

معترض نے جس طرح حضرت مرزا صاحب پر جھوٹا حوالہ بنانے یا بخاری کی احادیث سے ناواقفی کا الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ کیا وہ اپنے ان مسلم ائمہ حدیث کی نسبت بھی شائع کرے گا کہ انھوں نے جھوٹی روایات بخاری کی طرف منسوب کی ہیں۔ یا وہ بخاری کی احادیث سے جاہل تھے۔

معترض صاحب چونکہ حنفی ہیں۔ اس لئے ان کو اصول فقہ کی ایک اور روایت کا پتہ بتاتے ہیں جسکے ہندوستان کے محدثین سے بھی پوچھ لیں کہ یہ کونسی بخاری میں چھپی ہے۔ اس روایت کے بیان کرنے والے کو علامہ تفتازانی کہتے ہیں۔ کوئی مفتری یا جاہل نہیں ہے۔ یہ روایت آپ کی کتاب تلویح جلد ۲ صفحہ ۱۶ ۲ طبع مصر میں موجود ہے۔ اور یہ ایسی مشہور اور متداول کتاب ہے جو تمام مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ معترض نے بھی پڑھی ہوگی۔ اس میں یہ روایت لکھی ہے

"یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردوه"

تلویح کے شرح اور حواشی میں بیان کیا گیا ہے۔ ان الامام ابا عبد الله البخاری اورد هذا الحدیث فی کتابه وهو الطود المنیع فی هذا الفن وامام اهل هذه الصنعة فکفی بالایراد دلیلا علی صحته

(تلویح جلد ۲ صفحہ ۲۱ ۲ طبع مصر

غمض الدین دوکین)

حضرت مسیح موعود کا فرمان

مولوی عبد المحی عرب صاحب کی شہادت متعلق مسئلہ کفر و اسلام

مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا تھا کہ حضور کوئی شخص نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے۔ حج کرتا ہے۔ قرآن شریف پڑھتا ہے۔ شعائر اسلام کا پابند ہے مگر آپ کو نہیں مانتا۔ تو اس میں کیا حرج ہے اور اس کے اسلام میں کیا فرق آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ عرب صاحب کیا آپ ریل پر سوار نہیں ہوئے میں نے عرض کی حضور ہوا ہوں۔ فرمایا کوئی شخص ریل گاڑی میں سوار ہو جہاں گاڑی بھی ہو۔ لائن بھی ہو۔ اسٹیشن بھی ہو سب کچھ ہو۔ وہ شخص اس کے اندر بیٹھ گیا۔ مگر اس گاڑی کے آگے انجن کوئی نہیں تو وہ شخص کیونکر منزل مقصود کو پہنچیگا۔ بس مجھے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی گاڑی کے واسطے بطور انجن کے امام بنایا ہے۔" میں نے خواجہ صاحب کو بھی یہ سنایا ہے۔

عبد المحی عرب۔ مالک۔ یم اشارت ٹاون ہم کورٹ

نمبر ۵۵۔ لنڈن ۳۰۔ نومبر ۱۹۱۷ء

درس قرآن کریم کے نوٹ

ازافاضات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

(مرتبہ غلام نبی - بلانوی)

سورۃ یوسف

رکوع دوم

(بقیہ ۳۱ - دسمبر ۱۹۱۷ء)

رسول کریم کے وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا عرب کے لوگوں نے جو سردار تھے آپ کے خلاف ایسا ہی کیا تھا جس طرح یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ کی توجہ کو یکھ کر۔ اور یہ قرار دے کر کہ اس کی وجہ سے گھر میں فساد پڑا ہوا ہے۔ ایسا کیا تھا اسی طرح کفار عرب نے تمام ملک کی توجہ رسول کریم کی طرف دیکھ کر اور یہ خیال کر کے کہ آپ کی وجہ سے ملک میں فساد پڑا ہوا ہے۔ آپ کے خلاف منصوبہ کیا۔ اور یہی تجویز کی کہ یا تو قتل کر دو۔ یا ملک سے نکال دو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ان کے ارادے کے متعلق رسول کریم کو فرمایا ہے واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك (الانفال رکوع ۴) کفار نے آنحضرت صلعم کے خلاف تین صورتیں تجویز کیں۔ اول یہ کہ آپ کو بند کر دیں۔ دوسرے یہ کہ قتل کر دیں۔ تیسرے یہ کہ نکال دیں۔ حضرت یوسف کے خلاف بھی یہی کیا گیا کہ اسے قتل کر دو۔ یا کہیں دور چھوڑ آؤ۔ دوسری صورت میں حضرت یوسف کا باہر نکالنا اور کسی اور جگہ بند رہنا آجاتا ہے۔

(یکم جنوری ۱۹۱۸ء)

حضرت یوسف کے ساتھ ان کے بھائیوں کا سلوک

جب حضرت یوسف کے متعلق انھوں نے یہ مشورہ کر لیا۔ تو وہ اپنے باپ کے پاس گئے۔ اور جا کر کہا قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ کہا کہ کیا وجہ ہے آپ یوسف کے معاملہ میں۔ ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم اس کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔ آپ کل اسے ہمارے ساتھ بھیجئے جنگل میں آزادی اور فراغت سے میوے کھائے گا۔ اور کھیلے کودیگا باقی رہی اس کی حفاظت۔ آپ اس کا کوئی فکر نہ کریں۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے یہ انھوں نے حضرت یوسف کو ساتھ لے جانے کا بہانہ بنایا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب کو ان کی بدنیتی کا علم ہو گیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق ان کو بتا دیا تھا۔ جیسا کہ اس سورہ کے کئی مقامات سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان کے اس جواب سے بھی جو انھوں نے اپنے بیٹوں کو دیا یہی معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ کہ میرے لئے تمہارا یوسف کو اپنے ساتھ لیجانا غمگین کرنے والا ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ اور تم اس سے غافل ہی رہو۔

حضرت یعقوب کے اس جواب سے پتہ لگتا ہے کہ انھیں اپنے بیٹوں سے حضرت یوسف کے متعلق خوف اور خطرہ ضرور تھا۔ مگر چونکہ منشاء الٰہی یہی تھا۔ کہ دشمن کو ان کے خلاف زور لگانے کا موقع دے۔ اور پھر دکھلا دے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے حضرت یعقوب نے بھیج دیا۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے جب ان کے قتل کا منصوبہ باندھا تو "ایک نے دوسرے سے کہا۔ دیکھو صاحب خواب آتا ہے۔ سو آؤ ہم اسے مار ڈالیں۔ اور کسی کنوئیں میں ڈال دیں۔ اور کہیں کہ کوئی برا درندہ اسے کھا گیا۔ اور دیکھیں کہ اس کے خوابوں کا انجام کیا ہوتا ہے" (پیدائش باب ۳۷)

تو چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں حضرت یوسف کا حسد اور دشمنی تھی۔ اور وہ

ان کا نام مٹانا چاہتے تھے۔ اس لئے خدا نے ان کو اپنی طرف سے پورا زور لگانے کا موقعہ دیا۔

یہی بات رسول کریم کے وقت تھی۔ جب کفار نے آپ کے الہامات سنے جن میں آپ کے غالب اور فاتح ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ تو وہ آپ کے مارنے کے درپے ہو گئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کو بتا دیا تھا کہ کامیابی تم ہی کو ہوگی اور تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہونگے۔ اسی طرح حضرت یوسف کے باپ کو بتایا گیا کہ یوسف ہی کامیاب ہوگا۔ اس لئے تم خاموش رہو۔ خدا تعالیٰ نے یہ سامان حضرت یوسف کی شان ظاہر کرنے کے لئے پیدا کئے تھے۔ کیونکہ اگر ان کے بھائی ان کے خلاف کچھ نہ کرتے۔ تو خیال ہوتا کہ آپ معمولی قابلیت کے انسان تھے اتفاقی موقعہ مل گیا۔ اور ترقی کر لی۔ لیکن چونکہ خدا چاہتا ہے کہ وہ ثابت کر دے کہ اس کے نبیوں کے لئے بظاہر سب راستے بند ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے اسباب پیدا ہوئے۔ اور حضرت یعقوب نے خدا کے منشا کے ماتحت حضرت یوسف کو خطرہ میں ڈالا۔ لیکن آخر باپ تھے۔ اور یوسف جیسے پیارے بیٹے کی جدائی نظر آ رہی تھی۔ اس لئے رہ نہ سکے۔ اور اتنا کہہ ہی دیا کہ اخاف ان یاکلہ الذئب۔ میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ یہ کلمہ انہوں نے طنزاً کہا ہے۔ کہ تم نے آکر یہی بہانہ بنانا ہے۔ اگر وہ عقلمند ہوتے تو اسی سے سمجھ جاتے کہ ہمارے باپ کو ہماری شرارت کا علم ہو چکا ہے۔ لیکن وہ کچھ نہ سمجھے اور پھر آکر یہی بہانہ پیش کر دیا۔ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞ جب وہ لے گئے۔ تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ یوسف کو باؤلی یا گہرے کنوئیں میں ڈال دیں۔ اس وقت یوسف کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ یہ تو تجھ کو کنوئیں میں ڈالتے ہیں۔ مگر ایک وقت آئیگا۔ جب تو ان کو بتا دے گا۔ کہ تم تو میری ہلاکت کے درپے تھے۔ مگر خدا مجھ کو ترقی کی طرف لا رہا تھا۔ یہی رسول کریم کا حال ہے۔ جب آپ مکہ سے نکلے۔ تو آپ کے دشمنوں نے یہ سمجھا تھا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن انہیں کیا پتہ تھا۔ کہ آپ کا نکلنا ہماری ناکامی اور نامرادی کا موجب ہوگا۔ اور آپ کو وہ شان و شوکت عطا کی جائیگی۔ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی۔

ہم لا یشعرون کے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت یوسف انہیں بتائیں گے ایسے وقت جب کہ ان کے بھائی نہیں جانتے ہونگے۔ (۲) یہ کہ حضرت یوسف کو جو یہ وحی ہوئی۔ کہ آخر کامیابی تم کو ہی حاصل ہوگی یا اس کو ان کے بھائی نہیں جانتے تھے۔
وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۞ اور وہ باپ کے پاس آئے۔ زوال دن کے پہر روتے ہوئے۔

مفسرین نے عشا کو رات کا وقت لکھا ہے۔ اور بات لطیف ہے۔ کیونکہ مجرم کو روشنی میں سامنے آنے سے ڈر لگتا ہے۔ اسی لئے وہ بھی رات کو آئے۔ تاکہ ہمارے چہروں کی بناوٹ ہماری شرارت کا پردہ فاش کر دے اور آکر کہا۔ قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۞ اے ہمارے باپ ہم ایک دوسرے سے آگے دوڑنے۔ یا تیر پھینک رہے تھے اور یوسف کو ہم اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ جہاں اسے بھیڑیا کھا گیا۔ اور تجھ کو تو ہم پر یقین نہیں آئیگا اگر ہم سچ بھی بولیں۔

کہتے ہیں کوئی چور تھا۔ وہ چوری کر کے آیا۔ لیکن جب پولیس تحقیقات کے لئے آئی۔ تو وہ اپنا اعتبار جمانے کے لئے۔ اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور باتیں بتاتا گیا کہ چور نے یوں کیا ہوگا۔ اس راستے سے آیا ہوگا۔ آخر جب مکان کے اندر گیا تو کہا چور نے یوں مال اٹھایا ہوگا۔ اور پھر کہا کہ معلوم ہوتا ہے۔ چور نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے۔ جس سے مال اندر اور میں باہر۔ اسی طرح انہوں نے کہا کہ اگر ہم سچ بھی بولیں تو آپ کو یقین نہیں آئیگا۔ یعنی اس وقت تو ہم سچ نہیں بول رہے۔ پھر تمہیں کس طرح یقین آئے۔ جب کہ سچ بولنے پر بھی نہیں آتا۔ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۗ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۗ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۞ جب حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے کوئیں میں ڈالا دیا۔ تو ایک قافلہ آیا۔ اور اس شخص نے جو قافلے کے آگے رہائش وغیرہ کا انتظام کیا کرتا تھا کوئیں سے پانی نکالنے کے لئے ڈول ڈالا اور کوئیں میں ایک خوبصورت لڑکا دیکھ کر خوش ہوا۔ اس پر یوسف کے بھائیوں نے ان کو نکال لیا۔ اور انہیں پونجی سمجھ کر یہی خیال کر کے کہ اس قافلہ کے ہاتھ بیچ دیں گے چھپا رکھا۔ پیدائش باب ۳۷ میں اس کے متعلق یوں لکھا ہے۔:-

"اور یوں ہوا کہ جب یوسف اپنے بھائیوں پاس آیا۔ انہوں نے اس کی قبا کو۔ یعنی بوقلموں قبا کو جو وہ پہنے تھا۔ اتار کے اسے ننگا کیا۔ اور اسے لے کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ وہ کنواں اندھا تھا۔ اس میں ایک بوند پانی نہ تھا۔ اور وہ روٹی کھانے کو بیٹھے۔ اور آنکھ اٹھائی۔ اور دیکھا اسمٰعیلیوں کا ایک قافلہ جلعاد سے گرم مصالحہ اور روغن بلسان اور مر اونٹوں پہ لادے ہوئے آتا ہے۔ کہ انہیں مصر کو لے جاویں۔ تب یہوداہ نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ کہ اگر ہم اپنے بھائی کو مار ڈالیں۔ اور اس کا خون چھپا دیں۔ تو کیا نفع ہوگا۔ آؤ اسے اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیچیں۔ اور اس پر اپنے ہاتھ نہ ڈالیں۔ کہ وہ ہمارا بھائی اور ہمارا گوشت ہے"

اور اس کے بھائی راضی ہوئے۔ اور اس وقت وہ بدیانتی سوداگر ادھر سے گذرے۔ جو انہوں نے یوسف کو کھینچ کے کنوئیں سے باہر نکالا۔ اور اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالا کر بیچا۔ اور وہ یوسف کو مصر میں لائے۔"

عیسائیوں کا ایک اعتراض اور اسکا جواب

عیسائی صاحبان آنحضرت صلعم پر ایک بڑا اعتراض کیا کرتے ہیں کہ آپ لونڈی زادے ہیں۔ یہ اس کا جواب ہے۔ کہ یوسف جس سے تم برشتے کہلاتے ہو وہ تو بیس روپیوں پر فروخت ہوا۔ اور فروخت بھی بنی اسماعیل کے پاس ہوا لیکن حضرت اسماعیل کی والدہ ہاجرہ تو مصر کے بادشاہ کی بیٹی ہوئی تھیں۔ پھر یوسف بیس درہم پر فروخت ہوئے۔ اور آنحضرت کے دشمنوں نے آپ کے پکڑنے والے کے لئے سو اونٹ مقرر کئے تھے۔ یوسف کے دشمن کامیاب ہوئے۔ مگر آنحضرت کے دشمن ناکام رہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو جو شخص پکڑنے کے لئے آیا اور باوجود معجزانہ رنگ میں ناکام رہا تو آخر وہ آپ سے وعدہ کر کے گیا۔ کہ جب کوئی آئیگا تو اس کو لوٹا دونگا۔ چنانچہ جب کوئی آنحضرت کے تعاقب میں اسے نظر آئے تو کہدے میں تو دور تک دیکھ آیا ہوں وہ کہیں نہیں ملتے۔

تیسرا رکوع

(۲ جنوری ۱۹۱۰ء)

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ط جب حضرت یوسف کو عزیز مصر نے خرید لیا۔ تو اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اس کے رہنے کی جگہ کو اچھی طرح سجانا۔ ممکن ہے اس سے ہمیں فائدہ پہنچے یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنالیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ شخص حضرت یوسف کے چہرہ کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ یہ معمولی آدمی نہیں۔ بلکہ یہ بڑا انسان ہوگا۔ اس لئے اس نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ عام غلاموں کی طرح سلوک نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس کی خاص طور پر خاطر تواضع ہونی چاہیئے۔ شاید یہ ہمیں کوئی نفع پہنچائے۔ اس زمانہ میں غلام کئی قسم کے نفع پہنچاتے تھے۔ اور اگر کوئی غلام دانا و ہوشیار ہوتا۔ تو اسے اپنے متبنیوں میں داخل کر لیا جاتا۔ اور بڑے بڑے اہم کام اس کے سپرد کر دیئے جاتے۔ جنہیں وہ نہایت جانفشانی اور قابلیت کے ساتھ سرانجام دیتا۔ یا غلام کو سکھا پڑھا کر ایک تاجر یا ماہر بنا کے تحفہ کے طور پر بادشاہ کے حضور پیش کیا جاتا۔ اور اس پر بڑا بڑا انعام لیا جاتا۔ اسی سے اس زمانہ میں یہ عام رواج تھا کہ امرا کے ایجنٹ قابل اور ہوشیار غلاموں کی تلاش میں رہتے۔ اور لا کر علم و ہنر سکھاتے اور ان کے ذریعہ بادشاہوں کے دربار میں وجاہت اور عزت حاصل کرتے تھے۔ یا اپنے پاس نہایت ہوشیار غلام رکھتے تھے جو وفاداری سے ان کے کام کرتے تھے۔ اور اگر بادشاہ بھی کسی امیر سے خلاف ہو جاتا تو غلام ایک فوج کے کام کرتے تھے۔

تو اس شخص نے حضرت یوسف کی شکل سے یہ معلوم کر لیا کہ یہ خاص غلامی کا انقصان ہوگا۔ اس لئے حکم دیا کہ اس کے ساتھ سلوک بھی خاص عزت کا ہونا چاہیئے۔ جب بادشاہ کے سامنے پیش کر کے ہم انعام حاصل کریں گے۔ یا اگر بادشاہ کے حضور پیش کیا تو یہ اس طرح ہمارے کام آئیگا۔ کہ اس کے ذریعہ ہمارا نام چلیگا یعنی اس کو اپنا بیٹا بنا لینگے۔

حضرت یوسف کو مصر میں رکھنے کی وجہ۔

اس بات کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ کہ ہم نے ارض مصر میں یوسف کے رہنے کی جگہ بنانے کے یہ سامان اس لئے کئے۔ تاکہ اس کو علوم سکھائے جائیں۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو وہ علوم کا وارث نہ ہو سکتا۔

تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ مصر اس وقت علوم کا گہوارہ تھا۔ مصریوں کی ایک ایجاد تو آج بھی محیر العقول ہے۔ یعنی کیمیا میں انھوں نے ایسی ترقی کی تھی۔ کہ آج بھی یورپ کے ماہرین فن اس کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز ہیں۔ وہ مردہ کی رگوں میں کوئی ایسا مسالہ بھرتے کہ جس کی وجہ سے لاشیں خراب نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ آج تک ایسی لاشیں سلامت چلی آتی ہیں۔ یورپ کے لوگوں نے اس مسالہ کو لاشوں سے نکالا اور اس کے اجزا دریافت کئے۔ اور مسالہ تیار کر کے پھر اس کو لاشوں کی رگوں میں بھرا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اس وقت مصر گویا آجکل کا یورپ تھا۔ حضرت یوسف کے وہاں بھیجنے میں خدا تعالیٰ کی یہی غرض تھی کہ ان کو ظاہری علوم کا بھی عالم بنا دیا جائے

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ مجاہدہ جو نبیوں کو روحانی علوم کے حاصل کرنے کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ وہ بھی کرا دیا کہ وہ مصر میں طرح طرح کی مصیبات اٹھا کر پہنچے۔ اور وہاں بھی ابتلا میں گھرے۔ حضرت یوسف کو تاویل الاحادیث سکھانے کے متعلق جو آیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس سے خوابوں کی تاویلیں ہی مراد ہوں۔ بلکہ دین و دنیا کے علوم مراد ہیں۔ جو آپ کو وہاں سکھائے گئے۔

حضرت یوسف کو پھسلانے کی کوشش کرنا

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

المخلصون ٥ ولقد همت به وهم بها لولا ان رای برهان ربه كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين ٥ اور یوسف سے اس عورت نے جس کے گھر وہ رہتا تھا۔ بُری بات چاہی۔ اور دروازے بند کر دیئے۔ اور کہا آ۔ یہ دیکھ کر یوسف نے کہا۔ کہ میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی۔ بیشک میرا رب ہی اچھی جگہ دینے والا ہے۔ اور تحقیق اس عورت نے یوسف سے قصد کیا۔ اور یوسف نے اس سے قصد کیا۔ اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھتا۔ ایسا ہم نے اس لئے کیا۔ تاکہ اس سے بُرائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں۔ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔

اس آیت کے متعلق مفسروں نے بہت زور لگایا ہے کہ حضرت یوسف کو گنہگار ثابت کیا جائے۔ کیونکہ ان کو شوق ہے۔ کہ حضرت مسیح کے سوا تمام نبیوں کو گنہگار ثابت کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ وہ عورت تو حضرت یوسف کو اپنی طرف راغب کرنا چاہتی ہی تھی۔ حضرت یوسف بھی نعوذ باللہ اس فعل بد کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن اللہ کی برہان دیکھ کر باز آ گئے۔ برہان کے عجیب عجیب معنے کئے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس مکان کی چھت پھٹی تھی۔ اور اس وقت حضرت یعقوب کی شکل انہیں نظر آئی تھی۔ اور انہوں نے روکا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ جبرئیل یعقوب کی شکل میں آئے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ چھت پر لکھی ہوئی قرآن کی آیت نظر آئی کہ زنا بُری بات ہے۔ غرض عجائبات سے کام لیا گیا ہے۔ مگر بات صرف اتنی ہے کہ خدا نے ان کو پہلے سے علم عطا کیا ہوا تھا۔ وہ کب اس پھندے میں آ سکتے تھے اور همت به وهم بها کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ تو یوسف کو اپنی طرف بُری بات کے لئے بلاتی تھی۔ اور یوسف اسے بد ارادہ سے روک کر نیکی کی طرف بلاتے تھے۔ وہ اسی کوشش میں تھی کہ یوسف کو پھسلائے۔ اور یوسف اس کوشش میں تھے کہ اس کو روک دیں۔ اور اس بد ارادہ سے باز رکھیں۔ اس پر خیال ہو سکتا تھا کہ حضرت یوسف بھی جوان اور شکیل تھے۔ اور وہاں کی پرورش سے صحت بھی اچھی تھی۔ عورت بھی بُری شکل کی نہ تھی۔ بوجہ غلامی کی وجہ سے اس کے زیر اثر بھی تھے۔ اور عورت نے سامان بھی ایسے کئے تھے کہ اگر حضرت یوسف اس کے ارادہ کے مزاحم ہوتے تو آپ پر ہی الزام آتا۔ پھر وہ کیونکر بدی سے باز رہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیوں ایسا نہ ہوتا۔ وہ تو ہمارے نشانات دیکھ چکا تھا۔ اور ہماری معرفت رکھتا تھا۔ پھر ایسی بدکاری کا ارتکاب وہ کیسے کر سکتا تھا۔

(۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء)

حضرت یوسفؑ کا دروازہ کی طرف بھاگنا

واستبقا الباب وقدت قميصه من دبر والفيا سيدها لدا الباب قالت ما جزاء من اراد باهلك سوءا الا ان يسجن او عذاب اليم ٥ جب حضرت یوسف نے دیکھا کہ یہ عورت مجھے بُرائی کی طرف بلاتی ہے۔ اور میری باتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تو وہ دروازے کی طرف دوڑے۔ کہ نکل کر بھاگ جائیں۔ یہ دیکھ کر وہ بھی اپنی بدنامی کے خوف سے کہ یہ باہر جا کر کہہ نہ دے۔ دروازے کی طرف دوڑی۔ حضرت یوسف تو اس لئے کہ اس کے گھر سے نکل کر بھاگ جائیں۔ اور وہ اس لئے کہ میں پہلے نکل جاؤں۔ اور جا کر اپنی بریت کر لوں کہ اس نے مجھ پر ہاتھ ڈالا ہے۔ دوسرے یہ کہ دونوں دوڑے۔ حضرت یوسف نے تو چاہا کہ نکل بھاگوں۔ اور وہ پکڑنے کے لئے دوڑی۔ ان دونوں صورتوں میں اس نے قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا۔ اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے پر پایا۔ یہ خداوند تعالےٰ نے حضرت یوسف کی بریت کا سامان کیا۔ کہ اس کا خاوند انہیں دروازہ پر ملا۔ ورنہ وہ اپنے ملازمین کو حضرت یوسف کے خلاف جھوٹی گواہی کے لئے تیار کر لیتی۔ اور اس طرح اپنی بریت کر کے ان پر الزام لگا سکتی تھی۔ لیکن اچانک اس کا خاوند اور حضرت یوسف کا آقا دروازہ پر مل گیا۔ تاہم اس نے چالاکی سے کام لیا۔ اور بجائے اس کے کہ اصل بات بیان کرتی۔ یا حضرت یوسف پر الزام لگاتی اس نے ایسے رنگ میں اپنے خاوند کو مخاطب کیا۔ کہ وہ بغیر کچھ پوچھنے کے اسے بُری سمجھے۔ اس نے کہا اس بات کے تحقیق کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ اس نے مجھ سے بدسلوکی کی ہے اور مجھ سے بدکاری کرنی چاہی ہے۔ یہ تو ثابت شدہ بات ہے۔ کہ اسی نے مجھ پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب رہا یہ کہ اس کو سزا کیا دینی چاہیئے۔ اس کا فیصلہ کر دیں اور بتا دیں کہ جو آپ کی بیوی کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے۔ اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے۔ میرے نزدیک تو یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے۔ یا دردناک عذاب دیا جائے۔

حضرت یوسف کی تائید میں گواہی

اب دیکھئے اس عورت نے کیا تدبیر کی ہے۔ اور کیسے ڈھنگ اور مکر سے حضرت یوسف کو ملزم قرار دیا۔ مگر وہ کیسے صاف اور سیدھے سادے طریق پر کہتے ہیں کہ قال هي راودتني عن نفسي وشهد شاهد من اهلها ان كان قميصه قد من قبل فصدقت وهو من الكذبين ٥ وان كان قميصه قد من دبر فكذبت وهو من الصدقين ٥ اسی نے مجھے پھسلانے کی کوشش کی ہے۔ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ اس کے سوا وہ کوئی دلیل اپنی صداقت کی نہیں دیتے۔ اور نہ اس سے زائد کچھ کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان کا دل چونکہ صاف تھا۔ اس لئے وہ اس کی مکارانہ باتوں کو سن کر حیران سے ہو گئے۔ کہ اس نے مجھ سے اندر

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام (۲۲) پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے شائع ہوا